پیس سمپوزیم میں حضور انور ایدہ اللہ کا خطاب

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطاب کا آغاز بسم اللہ الرحمان الرحیم سے فرمایا اور تمام مہمانوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ اس کے بعد

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

سب سے پہلے میں اس موقع پر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس پروگرام میں شامل ہوئے۔ کینیڈا میں ہماری جماعت کے عہدیداروں نے درخواست کی تھی کہ میں دنیا میں قیام امن کے ذرائع اور طریقوں کے حوالہ سے بات کروں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ایک کو اس بات کا احساس ہے کہ دنیا کو اس وقت امن اور ہم آہنگی کی سخت ضرورت ہے۔ بے شک دنیا اس بات کو سمجھ تو رہی ہے لیکن لگتا ہے کہ قیام امن کے لئے ضروری اقدام اُٹھانے کے لئے تیار نہیں۔ امن کے حصول کے لئے باتیں کرنا تو بہت آسان ہے لیکن درحقیقت اس کے لئے جو کوششیں کی جا رہی ہیں وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

افسوس کی بات ہے کہ دنیا کے اکثر حصوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے اور اپنی طاقت اور اقتدار کی ہوس بجھانے کو ہی ترجیح دی جا رہی ہے۔ یہ سن کر آپ میں سے بعض کہیں گے کہ ایک مسلمان رہنما دنیا میں امن کے قیام کے حوالہ سے کیا کہہ سکتا ہے جبکہ اس وقت دنیا میں موجود سارا فساد اور جنگوں کا مرکز مسلمان ملک خود بنے ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نام نہاد اسلامی گروہوں کے قبیح افعال نے غیر مسلم دنیا میں ڈر اور خوف پھیلایا ہوا ہے۔ مغرب کے اندر لوگوں میں اسلام سے خوف میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور وہ اسلام کو اپنی تہذیب و تمدن کے لئے ایک خطرہ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا میں سمجھ سکتا ہوں کہ آپ میں سے بعض اس بات کو ایک عجیب تضاد خیال کرتے ہوں گے کہ ایک مسلمان رہنما دنیا میں قیام امن کے حوالہ سے بات کر رہا ہے۔ تاہم کسی بھی قسم کا فیصلہ کرنے سے قبل ضروری ہے کہ لوگ اسلام کی اصل تعلیمات سے متعارف ہوں۔ کسی کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ دہشتگردوں اور انتہا پسندوں کے اعمال اسلام سے مطابقت رکھتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

جس اسلام کا مجھے علم ہے اور جس اسلام پر میں عمل کرتا ہوں وہ تو مسلمانوں کی مقدس ترین کتاب قرآن کریم کی تعلیمات اور بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے اُسوہ پر مبنی ہے۔ چنانچہ جو وقت میسر ہے اس میں انہی حقیقی اسلامی تعلیمات کو آپ کے سامنے رکھوں گا تا کہ آپ ایک بہتر فیصلہ کر سکیں کہ آیا اسلام شدت پسندی اور تفرقہ کو فروغ دیتا ہے یا اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو معاشرہ میں رواداری اور باہمی عزت و احترام کو فروغ دیتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

سب سے پہلے تو میں قیام امن کا ایک سنہری اصول بیان کروں گا جس کا احاطہ سورۃ النحل کی آیت 91 میں کیا گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اللہ یقیناً عدل کا اور احسان کا اور (غیر رشتہ داروں کو بھی) قرابت والے (شخص) کی طرح (جاننے اور اسی طرح مدد) دینے کا حکم دیتا ہے“۔

یہ آیت مسلمانوں سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ ہر ایک سے اپنے قریبی عزیزوں جیسا سلوک کریں۔ یہ آیت اس بات کی پابندی کرواتی ہے کہ مسلمان دوسروں سے محبت کریں اور اس کے پیچھے کسی بدلہ کی خواہش نہ ہو جیسا کہ ایک ماں اپنے بچہ کو بے نفس ہو کر پیار کرتی ہے۔ پھر قرآن کریم یہ نہیں کہتا کہ مسلمان صرف دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں بلکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ مسلمان ’دوسروں‘ سے پیار اور محبت کے ساتھ پیش آئیں جن میں تمام مسلمان اور غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آج جب ہم بعض مسلمان ممالک کے حالات دیکھتے ہیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس اسلامی تعلیم کو کلیۃً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

بہت سی مسلمان حکومتیں اپنے شہریوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے عوام کے اندر بے چینی میں اضافہ ہوا ہے جس کے اثرات بہت گہرے اور دیر پا ہیں۔ اس کے نتیجہ میں دہشتگرد اور باغی گروہوں نے جنم لیا ہے اور یہ سب نہایت بھیانک مظالم ڈھانے کے قصوروار ہیں۔ ماضی کی کامیاب قومیں آج تباہ و برباد ہو گئی ہیں اور نہایت تکلیف دہ خانہ جنگی میں جکڑی جا چکی ہیں۔ اس جنگ و جدل کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اپنے مذہب کی حقیقی تعلیمات کو بھلا بیٹھی ہے اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں ناکام ہو رہی ہے۔ عدل و انصاف کا مظاہرہ کرنے کی بجائے ان کے ہر فعل کے پیچھے طاقت کی ہوس اور لالچ ہوتی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ جس طرح یہ اضطراب عوام کے اندر پھیل رہا ہے اس کا آخری نتیجہ یہی ہے کہ امن تباہ ہو رہا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اسلام انصاف کے جن معیاروں کو بیان کرتا ہے ان کے تعلق میں قرآن کریم کی سورۃ النساء کی آیت 136 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے ایماندارو! تم پوری طرح انصاف پر قائم رہنے والے (اور) اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ گو (تمہاری گواہی) تمہارے اپنے (خلاف) یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف (پڑتی) ہو۔ اگر وہ (جس کے متعلق گواہی دی گئی ہے) غنی ہے یا محتاج ہے تو (دونوں صورتوں میں) اللہ ان دونوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے۔ اس لیے تم (کسی ذلیل) خواہش کی پیروی نہ کیا کرو۔ تاعدل کر سکو اور اگر تم (کسی شہادت کو) چھپاؤ گے یا (اظہار حق سے) پہلوتہی کرو گے تو (یاد رکھو کہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے یقیناً آگاہ ہے۔“

یہ آیت اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ اسلامی تعلیمات ہرگز ظالمانہ یا غیر منصفانہ نہیں ہیں بلکہ اسلامی تعلیمات تو عدل و انصاف کے بے نظیر معیاروں پر مبنی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سچائی کے قیام کی خاطر ایک شخص کو اپنے یا اپنے اقرباء کے خلاف بھی گواہی دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ یہ کہنا تو بہت آسان ہے کہ میں اپنے خلاف بھی بولنے کے لئے تیار ہوں لیکن عملاً اس معیار کے مطابق زندگی گزارنا بہت مشکل کام ہے۔ مگر اس کے باوجود خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے سامنے یہ ہدف اور مقصد رکھا ہے کہ حقیقی انصاف اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک ہر ایک اپنے تمام تر ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھنے کے لئے راضی نہ ہو جائے۔ اگر اس انمول اصول پر عمل کیا جائے تو یہ نہ صرف مسلمان ممالک بلکہ دنیا کے ہر ملک، ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں امن قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام دہشتگردی کو فروغ دیتا ہے لیکن اس قسم کے تمام اعتراضات محض اسلامی تعلیمات کے بارہ میں کم علمی اور کم فہمی کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں۔ ایک شخص جو بغیر کسی تعصب کے اسلامی تعلیمات پر غور و فکر کرے تو دیکھے گا کہ یہ تعلیمات تو کلیۃً ہر قسم کے ظلم، تعصب اور برائی کے منافی ہیں۔ اسلام تو معاشرے کی ہر سطح پر امن کی بنیاد قائم کرتا ہے اور اس میں مختلف قوموں کے باہمی تعلقات بھی شامل ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی سورۃ الحجرات کی آیت 10 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں میں صلح

مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں میں صلح

کرا دو۔ پھر اگر صلح ہو جانے کے بعد ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر چڑھائی کرے، تو سب مل کر اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو عدل کے ساتھ ان (دونوں لڑنے والوں) میں صلح کرا دو اور انصاف کو مدنظر رکھو اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر دو فریق یا قومیں کسی تنازعہ کا شکار ہو جائیں تو ہمسایہ ملکوں یا اتحادیوں کو مفاہمت کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر باہمی بات چیت کے ذریعہ امن قائم نہ ہو سکے تو دیگر قوموں کو اُس فریق کے خلاف متحد ہو جانا چاہئے جو عدم انصاف کا مرتکب ہو رہا ہو اور اسے روکنے کے لئے طاقت کا استعمال کرنا چاہئے۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ یہ زبردست قرآنی اصول صرف مسلمانوں کے لئے ہی اہمیت کا حامل نہیں بلکہ اقوام متحدہ اور دنیا کی دیگر بڑی طاقتیں اگر اس اصول پر عمل کریں تو یہ اصول دنیا کے استحکام اور دیرپا امن کے قیام کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو گا۔ لیکن اس طریق کے مطابق نہ تو مسلمان ممالک اور نہ ہی غیر مسلم ممالک امن کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد تنازعات کو حل کرنے کے لئے ثالثی کا یہ اصول اپنایا نہیں گیا جس کے نتیجہ میں قوموں کے مابین پیدا ہونے والی رنجشیں ابھی تک چل رہی ہیں۔ چنانچہ دنیا کو متحد کرنے اور مخالف گروہوں کی ترقی کی روک تھام کے لئے جو بھی کوششیں کی گئیں وہ سب بے معنی اور ناکام ثابت ہوئیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ کوئی نئی یا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ گزشتہ سالوں میں کئی تجزیہ نگاروں اور کالم نگاروں نے اُن تنظیموں کو اور بنیادی طور پر اقوام متحدہ کو کھلے عام تنقید کا نشانہ بنایا ہے جنہیں دنیا میں امن و تحفظ قائم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ ان تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ تنظیمیں بنیادی طور پر ناانصافی کی وجہ سے اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

مزید برآں معاشرہ میں امن کے قیام کے حوالہ سے قرآن کریم سورۃ المائدہ کی آیت 9 میں بیان فرماتا ہے: ”اے ایماندارو! تم انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ

کے لیے ایستادہ ہوجاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔ تم انصاف کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے یقیناً آگاہ ہے۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ انصاف کے ساتھ کارروائی کرے اور اس کی دشمنی یا حسد اُسے انتقام لینے پر مجبور نہ کرے۔ یہ سن کر آپ میں سے شاید بعض سوال کریں گے کہ اگر یہی اسلام کی تعلیمات ہیں اور اگر واقعی اسلام امن اور انصاف کا مذہب ہے تو پھر جنگ وجدل اور جہاد کا نظریہ مسلمانوں کے ساتھ کیسے وابستہ ہو گیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں مَیں پھر قرآن کریم کا حوالہ دوں گا۔ تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد تیرہ سال تک مکّہ میں شدید ظلم وستم اور ایذاءرسانیوں کا شکار رہے۔ بالآخر انہیں سکون کی خاطر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن مکہ کے کفار نے وہاں بھی انہیں امن کے ساتھ رہنے نہیں دیا اور ان کے پیچھے مدینہ تک چلے آئے اور ان پر جنگ مسلط کردی۔ اللہ تعالیٰ نے محض ان حالات میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو جوابی کارروائی کرنے کی اجازت دی۔ دفاعی جنگ کی یہ اجازت سورۃ الحج کی آیت **40** میں ان الفاظ میں دی گئی:

''وہ لوگ جن سے (بلا وجہ) جنگ کی جارہی ہے ان کو بھی (جنگ کرنے کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔''

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالی۔ چنانچہ سورۃ حج کی آیت **41** میں قرآن کریم فرماتا ہے: ''(یہ وہ لوگ ہیں) جن کو ان کے گھروں سے صرف ان کے اتنا کہنے پر کہ اللہ ہمارا ربّ ہے بغیر کسی جائز وجہ کے نکالا گیا اور اگر اللہ ان (یعنی کفار) میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے (شرارت سے) باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادتگاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ اللہ یقیناً بہت طاقتور (اور) غالب ہے''۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ مسلمانوں کو دفاعی جنگ کرنے کی اجازت اس لئے نہیں دی گئی کہ انہیں ظلم وستم کا سامنا تھا بلکہ انہیں تمام تر معاشرے کی حفاظت اور تمام لوگوں کے حقوق کا دفاع کرنے کے لئے جوابی جنگ کرنے کی اجازت دی گئی تا کہ وہ بغیر کسی خوف کے کھل کر اپنے عقیدہ اور مذہب کا اظہار کرسکیں۔ یہ اعلیٰ اسلامی تعلیمات کا عظیم الشان اظہار ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ وہ اسلام کا دفاع کرسکیں یا اس خوف سے دی کہ تمام مساجد تباہ ہوجائیں گی۔ بلکہ یہ اجازت تمام مذاہب اور تمام عبادتگاہوں کی حفاظت کے لئے دی گئی خواہ وہ کلیسا ہوں، مندر ہوں، گرجا گھر ہوں، مسجدیں ہوں یا کوئی بھی عبادتگاہ ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

پس اُن ابتدائی مسلمانوں نے صرف اپنے دفاع کے لئے نہیں بلکہ انسانیت، مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر جیسی عالمی اقدار کو زندہ رکھنے کی خاطر اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا۔ مسلمانوں نے اُن ظالموں کا ہاتھ روکنے کے لئے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا جو دنیا کا امن تباہ کردینا چاہتے تھے۔ مزید یہ کہ اسلامی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ جہاں بھی یہ دفاعی جنگیں ہوئیں وہاں رسولِ کریم ﷺ نے جنگوں کے نہایت سخت اصول وضع کئے تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ مسلمان فوجیں کسی قسم کا ظلم نہ کریں۔ آپ ﷺ نے خاص طور پر فرمایا کہ کلیسا، گرجا گھر، مندر اور دیگر عبادتگاہوں کو ہرگز نشانہ نہ بنایا جائے۔ اسی طرح مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پادریوں، ربّیوں اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کو نشانہ نہ بنائیں۔ نہ ہی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو نقصان پہنچے اور نہ ہی فصلوں اور درختوں کو تباہ کیا جائے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے چاروں خلفائے راشدین اور بعد میں آنے والے ایسے مسلمان حکمران جنہوں نے اسلام کی حقیقی تعلیمات کی پیروی کی انہوں نے ہمیشہ مذہبی عبادتگاہوں اور تمام مذاہب کے تقدس کا احترام کیا اور ان کی حفاظت کی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

دراصل ان اصولوں پر عمل کرنا تمام مسلمانوں کا فرض ہے کیونکہ قرآن کریم سورۃ بقرہ کی آیت **191** میں فرماتا ہے:

''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور (کسی پر) زیادتی نہ کرو (اور یاد رکھو کہ) اللہ زیادتی کرنے والوں سے ہرگز محبّت نہیں کرتا۔''

یہ نہایت واضح اور اہم حکم اسلامی جنگوں کے لئے بعض شرائط عائد کرتا ہے۔ یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ازخود جنگ مسلط نہیں کرنی چاہیئے یا پھر کسی قسم کا جارحانہ قدم نہیں اُٹھانا چاہیئے۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی یا ظالمانہ جہاد کی اجازت دیتا ہے وہ سراسر گمراہی کا شکار ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ الانفال کی آیت **62** میں فرماتا ہے کہ خواہ کیسے بھی حالات ہوں مسلمانوں کو امن اور صلح کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''اور (اگر تمہاری تیاریوں کو دیکھ کر) وہ (کافر) صلح کی طرف مائل ہوں تو (اے رسول!) تو بھی صلح کی طرف مائل ہو اور اللہ پر توکّل کر۔ اللہ یقیناً بہت دعائیں سننے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔''

اس کا مطلب ہے کہ مسلمان کو امن کی طرف جانے والا ہر ممکن راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر ممکن ہے کہ جنگ کے دوران ایک بھرپور حملہ کرنے کے لئے اور دوبارہ سے اپنے فوجیوں کو جمع کرنے کے لئے جنگ بندی کی اپیل محض ایک جنگی چال ہو۔ پس اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال کی آیت **63** میں فرماتا ہے: ''اور اگر وہ اس بات کا ارادہ رکھتے ہوں کہ بعد میں تجھے دھوکا دیں تو (یاد رکھ کہ) اللہ تیرے لیے یقیناً کافی ہے وہی ہے جس نے تجھ کو مومنوں کے ذریعہ اور اپنی مدد کے ذریعہ مضبوط کیا''۔

چنانچہ اگر یہ بھی خوف لاحق ہو کہ مخالف شاید دھوکہ دینے کے لئے ایسا کررہا ہے تو تب بھی مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ان خوفوں کو ایک طرف کرتے ہوئے اللہ پر توکل کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کی روشنی میں کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ اسلام انتہاپسندی اور دہشتگردی کا مذہب ہے؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب 'نفی' میں ہے۔ بلکہ واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آج کل کے مسلمان مظالم ڈھارہے ہیں اور ناقابل بیان حرکتیں کررہے ہیں تو یہ لوگ اسلام کی اصل تعلیمات کی ہتک کررہے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو بیگانے ملکوں میں داخل ہوکر قتل وغارت اور بہیمانہ مظالم ڈھانے کی اجازت کس طرح ہوسکتی ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

پھر آگے بڑھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ یہ مان جائیں کہ اسلامی تعلیمات پُرامن ہیں لیکن اس کے باجود اُن کا سوال ہوگا کہ کیا رسولِ کریم ﷺ کے دور میں واقعی ان تعلیمات پر عمل درآمد بھی ہوا تھا؟ اس بارہ میں آپ میرے الفاظ پر نہ جائیں بلکہ غیر مسلم تاریخ دان اور مستشرقین، جنہوں نے بڑی احتیاط کے ساتھ رسولِ کریم ﷺ کے زمانہ کا مطالعہ کیا ہے، کو دیکھیں کہ وہ رسولِ کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ مثلاً ایک برطانوی مستشرق اور ماہرِ آثارِ قدیمہ Stanely Lane-Poole جو کہ ڈبلن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں وہ رسولِ کریم ﷺ کے مسلسل ظلم وستم سہنے کے بعد دوبارہ اپنے آبائی وطن مکہ میں فاتحانہ واپسی پر آپ ﷺ کے اخلاق کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''محمد (ﷺ) کی اپنے دشمنوں کے خلاف سب سے بڑی کامیابی کا دن بھی وہی دن تھا جس دن محمد (ﷺ) نے اپنے نفس پر عظیم الشان فتح حاصل کی تھی۔ محمد (ﷺ) نے قریش کے اُن تمام ظلموں اور دکھوں کو کھلے عام معاف کردیا جو وہ آپ ﷺ پر سالہاسال ڈھارہے تھے اور آپ ﷺ نے تمام اہلِ مکہ کے لئے عام معافی کا اعلان فرمادیا۔ آپ ﷺ کی فوج نے آپ کے نمونہ پر عمل کیا اور انتہائی امن کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئی۔ نہ کوئی گھر لوٹا گیا، نہ کسی عورت کو بے آبرو کیا گیا۔ .... یہ تھا وہ منظر جب محمد (ﷺ) اپنے آبائی شہر میں دوبارہ داخل ہوئے۔ دنیا کے تمام معرکوں کی تاریخ میں اس عظیم الشان فتح کا کوئی ثانی نہیں ہے۔''

(The Speeches and Table Talk of the Prophet Muhammad by S Lane Poole)

پس یہ مصنف اس حقیقت پر گواہ ہے کہ فتح کے وقت رسولِ کریم ﷺ نے نہ تو کسی شان وشوکت کا مظاہرہ کیا اور نہ ہی اُن لوگوں سے انتقام لیا جنہوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو سخت تکالیف دی تھیں۔ بلکہ آپ ﷺ کا ردِّ عمل ہر ایک کی معافی تھی۔ اس لئے میں ایک مرتبہ پھر آپ پر مکمل طور پر واضح کردوں کہ وہ لوگ جو دہشتگردی اور انتہاپسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ قرآن کریم کی تعلیمات اور رسولِ کریم ﷺ کے اسوہ کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ایک طرف تو پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے اُن تمام لوگوں کو معاف فرمادیا جنہوں نے آپ ﷺ اور آپؐ کے پیاروں کو اذیتیں دیں اور دوسری طرف آجکل کے نام نہاد مسلمان بے انتہا ظلم کررہے ہیں اور معصوم جانوں کو بے رحمی کے ساتھ قتل کررہے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

تاہم یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ آجکل مسلمان ممالک میں جو جنگیں لڑی جارہی ہیں انہیں باہر سے کھلے عام یا خفیہ طور پر بھڑکایا جارہا ہے۔ مسلمان حکومتوں اور نہ

ہی باغیوں اور دہشتگرد تنظیموں میں سے کسی کے پاس اس طرح کے جدید اور مہلک ہتھیار بنانے کی صلاحیت ہے جو وہ استعمال کر رہے ہیں۔ پس شام اور عراق میں استعمال ہونے والا اکثر وبیشتر اسلحہ باہر سے درآمد ہو رہا ہے۔ اس لئے ایسے ممالک جو یہ ہتھیار بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ اسلحہ کی تجارت کر رہے ہیں انہیں بھی آجکل کے فتنہ وفساد کے حوالہ سے اپنے حصہ کی ذمہ داری نبھانی چاہیئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

بہت سے تجزیہ نگار اور ماہرین بلا شبہ اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ دہشتگرد گروہ 'داعش' اور بعض دیگر باغی اور انتہاپسند گروہوں کے زیر استعمال ہتھیار اصل میں مغرب اور مشرقی یورپ کے ممالک میں بنائے گئے ہیں۔ چنانچہ بڑی طاقتیں مسلمان ممالک میں موذی جنگوں کو ختم کرنے کی بجائے انہیں مزید بھڑکا رہی ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ امن کو ترجیح دیں وہ مسلسل اس صورتحال پر اثر انداز ہو رہے ہیں اور جنگ وجدل سے اپنے فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ مسلمان ممالک میں جہاں کہیں خانہ جنگی یا فسادات ہوئے ہیں وہاں بہترین حل یہی تھا کہ صرف ہمسایہ ممالک اس میں دخل اندازی کرتے اور اس خطہ میں امن کے قیام کی ذمہ داری اٹھاتے۔ لیکن بڑی طاقتوں کی خارجہ پالیسی اور ان کے کاروباری مفاد کچھ اور چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض مغربی ممالک سعودی عرب کو کروڑہا ڈالرز کے عوض بھاری اسلحہ فروخت کرتے چلے جا رہے ہیں باوجود یکہ یہ اسلحہ عرب کے ایک چھوٹے ملک یمن میں گھناؤنے ظلم ڈھانے کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ اسلحہ کا اندھادھند استعمال اور بمباری لاکھوں لوگوں کی زندگیاں تباہ کر رہی ہے اور شہروں اور قصبوں کا صفایا ہو رہا ہے جس کے نتیجہ میں ہزاروں معصوم لوگ مر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ہسپتال جیسی جگہیں جہاں لوگ پناہ لیتے ہیں ان کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

یہی کچھ شام اور عراق میں بھی ہو رہا ہے جہاں ڈاکٹروں اور نرسوں کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے جنہوں نے بڑی بہادری کے ساتھ متاثرین کی مدد کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ اسی طرح مذہبی عبادتگاہوں کو نشانہ بنانا بھی معمول بن چکا ہے۔ پھر کئی منزلوں پر مشتمل رہائشی عمارتوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے جس میں معصوم بچے اور عورتیں مر رہی ہیں۔ ان سارے مظالم کو کس طرح جائز قرار دے سکتے ہیں؟ اس جدید دور میں آپ اس کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟ اور انجام کار ان غیر منصفانہ پالیسیوں کا کیا نتیجہ ہوگا؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

یہی وجہ ہے کہ ان قوموں کی نوجوان نسل کو انتہاپسندی کی طرف راغب کیا جا رہا ہے۔ اپنے مستقبل کی تمام امیدیں کھو دینے کے بعد یہ نوجوان مغرب کے اندر دہشتگردی کے گھناؤنے ظلم ڈھا کر اپنا ردعمل ظاہر کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مغربی ممالک کا ان کی تباہی کے پیچھے بڑا ہاتھ ہے۔ اس لئے میں ایک مرتبہ پھر کہوں گا کہ دنیا کو اس وقت امن کی فوری ضرورت ہے۔ آج کا دن یہاں کینیڈا میں اور دنیا کے بعض دیگر ملکوں میں Remembrance Day کے طور پر منایا جا رہا ہے۔ اور اگر پیچھے مڑ کر دوسری جنگِ عظیم کی طرف نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں تقریباً سات کروڑ لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

آج کئی دہائیاں گزر جانے کے بعد بھی جب انسان اُس وقت ہونے والی تباہی و بربادی کے بارہ میں سوچتا ہے تو کانپ اُٹھتا ہے۔ اس فیصلہ کُن جنگ نے ہمیں بتادیا تھا کہ اس دور کی جنگ کا تعلق مذہب کے ساتھ نہیں بلکہ یہ دراصل لالچ کی انتہا اور طاقت کی نہ بجھنے والی پیاس ہے۔ یہ ایک ایسی جنگ تھی جس میں دنیا کو پہلی مرتبہ ایٹمی ہتھیاروں کا استعمال کرنا پڑا۔ امریکہ کی جانب سے ان ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال اور ظلم وستم کا پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے بیسویں صدی کے مشہور مصنف Ruth Cranston صاحب نے 1949ء میں اپنی کتاب World Faith میں لکھا:

''محمد (ﷺ) نے کبھی بھی جنگ اور خون ریزی کی ترغیب نہیں دی۔ آپ ﷺ نے جو جنگ لڑی وہ صرف جوابی کارروائی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی بقا کی خاطر دفاعی جنگ کی اور اپنے زمانہ کے ہتھیاروں اور طریق کے مطابق کی۔ یقیناً چودہ کروڑ نفوس پر مشتمل ایک عیسائی قوم جو آج ایک بم کے ذریعہ ایک لاکھ بیس ہزار بے یارومددگار لوگوں کا خاتمہ کر دیتی ہے ہرگز ایک ایسے رہنما کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتی جس نے سنگین حالات میں بھی بمشکل پانچ یا چھ سو لوگوں کو مارا ہو۔''

یہ کسی مسلمان یا تعصب کی طرف مائل انسان کا بیان نہیں بلکہ یہ تو ایک قابلِ احترام اور غیر جانبدار غیر مسلم مصنف کا بیان ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج کے دور میں ہونے والی جنگیں مذہبی وجوہات کی خاطر نہیں لڑی جا رہیں بلکہ ان کا مقصد جغرافیائی سیاست اور طاقت اور دولت کا حصول ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے وقت صرف امریکہ کے پاس نیوکلیئر ہتھیار تھے جبکہ آج کئی ملکوں، جن میں بعض بہت چھوٹے ملک شامل ہیں، کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں۔ اور اس بات کا بھی امکان بڑھتا ہوا نظر آرہا ہے کہ یہ ہتھیار کسی ایسے دہشتگرد گروپ کے ہاتھ لگ جائیں گے جن کے لئے ان ہتھیاروں کا استعمال بہت آسان ہوگا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

پس اس میں تو کوئی سوال ہی نہیں کہ دنیا اس وقت عظیم تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے۔ تیسری جنگِ عظیم کے بادل دن بدن گھنے ہو رہے ہیں۔ اس قسم کی جنگ کے اثرات کئی دہائیوں تک چلیں گے۔ اغلب گمان ہے کہ دیرپا تابکاری اثرات کے نتیجہ میں بچے نسل درنسل معذور یا موروثی نقائص کے ساتھ پیدا ہوں گے۔ پس اس وقت انسانیت کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے مستقبل کی حفاظت کے لئے کام کرے۔

بڑی طاقتوں کو چاہیئے کہ وہ اس عالمی بحران کے لئے مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرائے چلے جانے کی بجائے ذرا ٹھہر کر اپنی حالتوں کو بھی دیکھیں۔ دنیا کو اس وقت شہرت کے بھوکے سیاستدانوں، جو مسلمانوں کو اپنے ملکوں میں داخل ہونے پر پابندیاں لگانے کے ارادے کر رہے ہیں، کی بجائے ایسے حکمرانوں کی ضرورت ہے جو ہمارے درمیان اختلافات کو ختم کرنے والے ہوں۔ اور یہ صرف اُسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کامل انصاف، جس کی بنیاد بے غرضی پر ہو، ہر قسم کی ہوا وحرص پر غالب آجائے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل اور دانش عطا فرمائے جو جنگ وجدل کو فروغ دے رہے ہیں اور قبل اس کے کہ بہت دیر ہو جائے اللہ تعالیٰ انہیں ان کی حرکتوں کے نتائج سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے دنیا کے لوگ اپنے خالق کو پہچانیں اور قیامِ امن کے لئے جدوجہد کی اہمیت سمجھیں اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا احساس کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک بہتر اور روشن مستقبل دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب کے آخر میں فرمایا:۔ ان الفاظ کے ساتھ میں ایک مرتبہ پھر آپ سب کا دعوت قبول کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ سب کا بہت شکریہ۔